© rasailojaraid.com

سیر أعلام النبلاء

مولانا نور الرحمان ہزاروی

''وہ کتابیں اپنے آباء کی.....'' کے عنوان کے تحت اسلام کے مراجع ومصادر اور ماخذ میں سے کسی ایک کتاب کا تعارف پیش کیا جاتا ہے، اس مرتبہ علامہ ذہبی کی شہرۂ آفاق کتاب ''سیر اعلام النبلاء'' کا سیر حاصل تعارف نذر قارئین ہے۔ (مدیر)

مصنف کتاب علامہ ذہبی

حافظ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن عثمان بن قایماز ذھبیؒ آسمان علم رجال کے بدر کامل اور قافلۂ مورخین کے میر کارواں ہیں۔ ۳ ربیع الآخر ۶۷۳ھ کو علم ودانش کی تاریخی شخصیات کے وطن دمشق کے ایک علمی گھرانہ میں پیدا ہوئے (طبقات القراء: ص ۵٤۹، الوافی: ۲/۱٦٤، نکت الھمیان: ص ۲٤۲، الدرر الکامنة: ۳/٤۲٦) دمشق ہی میں پلے بڑھے۔ ان کے والد شہاب الدین احمد پسے ہوئے سونے کا کاروبار کرتے تھے، اسی وجہ سے انہیں ''ذھبی'' کہا جاتا تھا۔ حافظ ذہبیؒ اپنے نام کے ساتھ ''ابن الذھبی'' لکھا کرتے تھے۔ شروع شروع میں انہوں نے بھی اپنے والد کا پیشہ اختیار کرلیا تھا جس کی وجہ سے ان کے معاصرین انہیں ''ذھبی'' کہا کرتے تھے۔ بعد میں وہ اسی نسبت کے ساتھ مشہور ہوگئے (طبقات الشافعیة الکبری: ۹/۱۰۰، ذیل تذکرة الحفاظ: ص ۳٤، البدایة والنھایة: ۱٤/۲۲۵) ان کی تربیت ایک علمی اور دیندار گھرانے میں ہوئی۔ ان کی پھوپھی ست الاھل بنت عثمان جوان کی رضاعی ماں بھی تھیں انتہائی خدا ترس اور علمی خاتون تھیں۔ ست الاھل کو حدیث سے بہت زیادہ شغف تھا، ان کے ماموں علی کو بھی حدیث سے لگاؤ تھا، ظاہر ہے جب ایسے علمی خاندان میں جس شخص کی تربیت ہوئی ہو تو علم کے ساتھ اسے شغف کیوں نہ پیدا ہو۔ اٹھارہ سال کی عمر کو پہنچے تو انہوں نے طلب علم کے لئے کمر کس لی۔ وہ چونکہ اپنے والد کے اکلوتے بیٹے تھے اس لئے ان کے والد انہیں طلب علم کے لئے سفر کی اجازت نہیں دیتے تھے، یہاں تک کہ جب وہ بیس سال کی عمر کو پہنچ گئے، تو انہیں سفر کی چھوٹ مل گئی، مگر وہ بھی اس شرط پر کہ چار ماہ سے زیادہ نہیں گزاریں گے (معجم الشیوخ: ص ٦۵، معرفة القراء: ص ۵۵۸) بعض اسفار میں خود ان کے والد ان کے ساتھ رہے اور بعض میں معتمد افراد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے ہمراہ بھیجا۔(معجم الشیوخ: ص ٤٧) حافظ ذہبیؒ کو علم القراءات اور علم حدیث کے ساتھ بے حد شغف تھا مگر علم حدیث کے ساتھ ان کا لگاؤ جنون کی حد تک تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے قوی حافظہ سے بھی نوازا تھا جو اس کا معاون بنا۔ علوم کی بہتی سوتوں اور حدیث کے فرحت بخش چشموں سے تشنگی بجھانے اور طلب علم کی حرارت کو تسکین پہنچانے کیلئے انہوں نے مصر، بعلبک، حلب، حمص، حماۃ، طرابلس، کرک، معرہ، بصرہ، نابلس، رملہ، القدس، تبوک، اسکندریہ سمیت متعدد شہروں کی خاک چھانی۔ انہوں نے جن سرآمد روزگار شیوخ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر فن خصوصاً علم حدیث، تاریخ اور علم رجال حدیث میں بہت زیادہ تبحر اور مہارت عطاء فرمائی تھی، انہوں نے ان علوم میں امامت کا درجہ حاصل کرلیا تھا۔ ان سے خلق کثیر نے اکتساب فیض کیا جن میں نامور محدثین اور اساطین علم رجال و تاریخ شامل ہیں۔ ان کے شاگرد حافظ حسینیؒ کہتے ہیں: "وحمل عنه الكتاب والسنة خلائق" (ذيل تذكرة الحفاظ: ص ٣٦) ابن قاضی شھبہ الاسدی کہتے ہیں: "سمع منه السبكي والبرزالي والعلائي وابن كثير وابن رافع وابن رجب وخلائق من مشايخه ونظرائه ......وتخرّج به حفّاظ" (الإعلام: ص ٩٠)

حافظ ذہبیؒ جب پیدا ہوئے تو ان دنوں دمشق حنابلہ اور اشاعرہ کے درمیان مناظروں اور مناقشوں کی جولا نگاہ بنا ہوا تھا، کوئی دن مناظرہ سے خالی نہیں گزرتا تھا۔ حافظ ذہبیؒ کا اس زمانہ کے بلند پایہ ان تین شیوخ سے انتہائی گہرا تعلق تھا۔ علامہ زھری، علامہ ابن تیمیہ اور علامہ برزالی، حافظ ذہبیؒ ان سب سے چھوٹے تھے علامہ مزی سب سے بڑے تھے جب تک یہ مشائخ زندہ رہے، حافظ ذہبیؒ نے ان سے تعلق قائم رکھا، انہوں نے ایک دوسرے سے استفادہ کیا، گویا یہ حضرات بیک وقت شیوخ بھی تھے اور دوست بھی۔ اسی رفاقت کا اثر تھا کہ حافظ ذہبیؒ مسائل فرعیہ میں امام شافعیؒ کے مقلد تھے مگر عقائد و اصول میں وہ حنبلی تھے اور حنابلہ کی آراء و نظریات کا خوب دفاع کرتے تھے۔ وہ علامہ ابن تیمیہؒ سے بہت زیادہ متاثر تھے اور ان کی بہت زیادہ تعریفیں کیا کرتے تھے۔ ایک بار ان کی تعریف کرتے کرتے کہنے لگے: "وهو أكبر من أن ينبّه مثلي على نعوته، فلو حلفت بين الركن والمقام لحلفت أني ما رأيت بعيني مثله، ولا والله ما رأي هو مثل نفسه في العلم" (الرد الوافر: ص ٣٥) جب ان کا انتقال ہوا تو انہوں نے ان کی وفات پر بڑا پر درد مرثیہ لکھا (بديعة الزمان: ص ١٦٥)

حافظ ذہبیؒ صرف میدان علم ہی کے شہسوار نہیں تھے، میدان عمل میں بھی وہ پیش پیش تھے۔ انتہائی زاھد، متقی، متورع خاکسار اور خوش اخلاق تھے، ان کے شاگرد تقی الدین ابن رافع کہتے ہیں: "كان خيرا صالحاً متواضعا حسن الخلق حلوالمحاضرة، غالب أوقاته في الجمع، والاختصار، والاشتغال بالعبادة، له ورد بالليل، وعنده مروءة وعصبية وكرم" (رونق الألفاظ: ص ١٨٠) علامہ زرکشیؒ کہتے ہیں: "مع ما كان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عليه من الزهد التام، والإيثار العام والسّبق إلي الخيرات والرّغبة بما هو آت"(عقود الجمان)

حافظ ذہبیؒ نے اپنی پوری زندگی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گذاری، آخر عمر میں وفات سے تقریباً چار سال قبل ان کی آنکھوں میں سفید پانی اتر آیا، انہیں جب کوئی آنکھوں سے پانی نکالنے کے لئے کہتا تو ناراض ہوتے اور کہتے: "ليس هذا بماء، وأنا أعرَف بنفسي، لأ نني مازال بصري ينقص قليلا قليلا إلي أن تكامل عدمه" (نكت الهميان: ص٢٤٢، ترجمان الزمان: ص٩٩) آخر کار پیر کی شب ۳ ذی القعدہ ۷۴۸ھ کو دمشق میں حدیث نبوی کی لافانی خدمات کرنے والے اس عظیم انسان کی زندگی کا آفتاب تاباں وہاں غروب ہوا جہاں زندگی کے ہر آفتاب کا مدفن ہے۔ انہیں تربت ام صالح میں باب الصغر کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ انہوں نے ایک بیٹی اور دو بیٹے پسماندگان میں چھوڑے۔ یہ تینوں بھی علم میں مشہور و معروف تھے۔

حافظ ذہبیؒ کی مصنفات، مختصرات اور تخریجات کی تعداد دو سو سے متجاوز ہے۔ جن میں "تاريخ الإسلام ووفيات المشاهير والأعلام"، "تذهيب التهذيب" "ميزان الاعتدال في نقد الرجال"، "طبقات الحفاظ"، "طبقات مشاهير القراء"، "التاريخ الممتع"، "سير أعلام النبلاء"، "التجريد في أسماء الصحابة"، "مشتبه السسنة"، "اختصار تاريخ دمشق"، "اختصار سنن البيهقي"، "المقتنى في المغنى في الصغار"، "العبر بأخبار من غبر" اور "مختصر تاريخ الخطيب" شامل ہیں۔ ان میں "تاريخ الإسلام" سب سے بڑی کتاب ہے جو انہوں نے اکیس جلدوں میں لکھی ہے۔ ان کی بعض کتابوں کو اہل علم میں بہت زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی جن میں "سير أعلام البنلاء" بھی شامل ہے۔ اور اس وقت یہی کتاب ہمارے زیر تبصرہ ہے۔

زیر تبصرہ کتاب سیر اعلام النبلاء

اس کتاب کے نام کے بابت اہل علم کے درمیان بڑا اختلاف پایا جاتا ہے۔ علامہ صلاح الدین الصفدیؒ اور شیخ ابن دقماقؒ نے اس کا نام "تاريخ النبلاء"، علامہ ابن شاکر الکتبیؒ نے "تاريخ العلماء النبلاء"، علامہ تاج الدین سبکیؒ نے "كتاب النبلاء" اور علامہ ابن حجرؒ کے نواسہ نے "أعيان النبلاء" بتایا ہے (الوافي: ١٦٣/٢، ترجمان الزمان: ص٩٨، فوات الوفيات: ١٨٣/٢، طبقات الشافعية: ١٠٤/٩، رونق الألفاظ: ص١٨٠) جبکہ حافظ حسینیؒ، علامہ ابن ناصر الدینؒ، حافظ ابن حجرؒ اور علامہ سخاویؒ وغیرہ حضرات کے نزدیک اس کا نام "سير النبلاء" ہے۔ (الذيل على ذيل العبر: ص٢٦٨، الردالوافر: ص٣١، الدرر الكامنة: ٤٢٦/٣، الإعلان بالتوبيخ: ص٦٧٤)

اگر مکتبہ السلطان اُحمد الثالث میں اس کتاب کا جو مخطوطہ موجود ہے اس کی ہر جلد کے سرورق پر "سیر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

أعلام النبلاء" کا نام درج ہے اور چونکہ یہ پہلا اور واحد مخطوطہ ہے جو علامہ ذہبیؒ کی زندگی میں ۷۳۹ھ تا ۷۴۳ھ کے عرصہ کے دوران ان کے اپنے ہاتھ سے لکھے گئے مخطوطہ سے براہ راست نقل کیا گیا ہے اس لئے یہ عنوان زیادہ معتمد اور قابل اعتبار ہوگا، نیز یہ عنوان دیگر عناوین پر معنی خیزی، حسن، کمال اور دقت میں فائق بھی ہے۔

☆ علامہ ذہبیؒ نے یہ کتاب اپنی عظیم اور شہرہ آفاق کتاب "تاریخ الإسلام ووفیات المشاهير والأعلام" کی تالیف کے بعد لکھی۔ "تاریخ الإسلام" کی تالیف سے وہ ۷۱۴ھ میں فارغ ہوئے جبکہ "سیر أعلام النبلاء" کی تالیف ۷۳۲ھ یا اس سے بھی کچھ پہلے شروع ہوئی، مگر یہ تالیف کب پایۂ تکمیل کو پہنچی، اس بابت یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا، بعض حضرات (مثلاً ڈاکٹر صلاح الدین المنجد) نے جزماً کہا ہے کہ علامہ ذہبیؒ "سیر" کی تالیف سے ۷۳۹ھ میں فارغ ہوئے۔ اس سلسلے میں ان کے پاس سوائے اس کے اور کوئی دلیل نہیں کہ اس کتاب کے سب سے پہلے ناسخ اور ناقل ابن طوغان ہیں اور انہوں نے ۷۳۹ھ میں اس کتاب کو نقل کرنا شروع کیا جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کی تالیف ۷۳۹ھ کو اختتام پذیر ہوئی مگر یہ کوئی وزنی دلیل نہیں ہے۔

علامہ ذہبیؒ نے "سیر" چودہ جلدوں میں لکھی۔ اس میں انہوں نے صفحات کی تعداد میں تناسق اور یکسانیت کے علاوہ عموماً کسی خاص ترتیب اور نظم کا لحاظ نہیں کیا۔ پھر صفحات کی تعداد میں تناسق اور یکسانیت کا بھی انہوں نے ہر جلد میں کوئی خاص اہتمام نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ نساخ اور ناقلین نے بھی ان کی تقسیم اور ترتیب کا التزام نہیں کیا۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ "سیر" کی ابتدائی دو جلدیں مفقود ہیں اس خیال کا منشأ یہ ہے کہ محمود بن علی بن اصفر عینہ جمال الدین الاستادارؒ نے اپنے مدرسہ کے کتب خانہ کے لئے ابن طوغان کا لکھا ہوا مخطوطہ وقف کیا تھا، اس مخطوطہ کی تیسری جلد کے پہلے صفحہ پر انہوں نے وقف کی تصریح کرتے ہوئے یہ نوٹ لکھا: "وقف وحبّس وسبّل المقرّ الأشرف العالي الجمالي محمود أستادار.......... جميع هذا المجلد (الثالث) وما بعده من المجلدات إلى آخر الكتاب، وعدّة ذلك اثناعشر مجلّد امتوالية من هذا المجلد (الثالث) إلى آخر الرابعَ عَشَر، وماقبلَ ذلك وهما الأول والثانى مفقودان، وقفاً شرعيًا على طلبة العلم الشريف ينتفعون به على الوجه الشرعى......." اس نوٹ سے یہ معلوم ہوتا کہ شیخ استادار کے خیال میں "سیر" کی ابتدائی دو جلدیں مفقود ہیں جس سے دوسرے لوگوں کو بھی یہی مغالطہ ہو گیا مگر یہ خیال غلط ہے اور اس غلط خیال کا منشأ یہ ہے کہ علامہ ذہبیؒ نے "سیر" کی ابتدائی دو جلدیں سیرت نبویہ اور سیر خلفاء راشدینؓ کے لئے مختص کی تھیں مگر اس حوالہ سے چونکہ انہوں نے اپنی کتاب "تاریخ الإسلام" میں انتہائی مفصل کام کیا تھا اس لئے انہوں نے سیرت نبویہ اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سیر خلفاء اربعہؓ پر ازسرنو لکھنے کے بجائے "تاریخ الإسلام" کی طرف مراجعت کرنے اور وہاں سے اس بحث کو نقل کرنے کے لئے کہا۔ خود علامہ ذہبیؒ نے ابن طوغان کے مخطوطہ کے صفحہ اول کی بائیں جانب اپنے ہاتھ سے یہ نوٹ لکھا ہے: "في المجلد الأول والثاني سير النبي ﷺ والخلفاء الأربعة تكتب من تاريخ الإسلام" مگر ابن طوغان نے علامہ ذہبیؒ کی یہ خواہش پوری نہ کی اور پہلی دو جلدیں انہوں نے "تاریخ الإسلام" سے حسب منشأ نہیں لکھیں جس سے شیخ محمود استادار کو یہ غلط فہمی ہوگئی کہ پہلی دو جلدیں گم ہوگئی ہیں اور ان کی متابعت میں دوسرے لوگوں کو بھی یہی غلط فہمی ہوگئی۔ اسی طرح بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ابن طوغان کے نسخہ کی تیرہویں جلد، جو محدث کبیر ابو طاہر سلفیؒ کے ترجمہ سے شروع ہوکر سلطان نور الدین علی ابن سلطان معز ایبک ترکمانی کے ترجمہ پر ختم ہوتی ہے، آخری جلد ہے مگر یہ نظریہ بھی غلط ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ اس کتاب کی چودھویں جلد بھی ہے جو کتاب کی آخری جلد ہے، یہ وہی جلد ہے جس کو ڈاکٹر صلاح الدین المنجد نے "سیر أعلام النبلاء" کی ذیل (ضمیمہ) قرار دیا ہے، جس سے عام لوگوں کو بھی یہی غلط فہمی ہوگئی کہ "سیر" کی تیرہ جلدیں ہیں۔

کتاب میں طبقات کی ترتیب

☆ علامہ ذہبیؒ نے "سیر أعلام النبلاء" طبقات کی ترتیب سے لکھی ہے طبقات کے اعتبار سے کتب کی تالیف کا سلسلہ بہت قدیم ہے جس کا آغاز تالیف کتب کے بالکل ابتدائی زمانہ سے ہوا۔ امت کی طبقات میں تقسیم کوئی اختراعی امر نہیں ہے بلکہ عین اسلامی ہے، ایک مستشرق محقق روزنٹیل نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے کہ طبقات کی یہ تقسیم اصلاً اور بنیادی طور پر اسلامی تقسیم ہے، یہ کسی خارجی عوامل واثرات کا نتیجہ نہیں بلکہ "صحابہ، تابعین اور اتباع تابعین" کی اصطلاح کا ایک فطری اور طبعی نتیجہ ہے (علم التاريخ عند المسلمين: ۱۳۳، ۱۳۴) اس کی تائید آنحضرت ﷺ کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے " خير أمتي قرني، ثمّ الذين يلونهم، ثمّ الذين يلونهم" (صحيح البخاريؒ، باب فضائل أصحاب النبي ﷺ: ۵/۲، ۳) علامہ عینیؒ نے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا: "خير القرون الصحابة، ثمّ التابعون، ثمّ أتباع التابعين" (عمدة القاري: ۱۶/۱۷۰)

امام ابن حبّان بستیؒ کی کتابوں میں بھی ان تین طبقات کی ترتیب ملحوظ ہے، چنانچہ انہوں نے اپنی دو کتابوں "الثقات" اور "مشاهير علماء الأمصار" میں رواۃ کو تین طبقوں میں تقسیم کیا ہے (۱) صحابہ کرامؓ (۲) تابعین (۳) اتباع تابعین۔ طبقات کی اس تقسیم میں طبقہ، جماعت کے معنی میں ہے۔

بعض علماء نے طبقہ کے لئے واضح زمانی تحدید مقرر کرنے کی کوشش کی ہے چنانچہ بعض نے بیس سال کے ساتھ اس کی تحدید کی ہے (لسان العرب: ۸/۱۲۱) اور بعض نے کہا ہے کہ طبقہ چالیس سال کے زمانہ کو کہتے ہیں۔ اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سلسلے میں مزید اقوال ملتے ہیں مگر متقدین مؤلفین جیسے ابن سعدؒ، خلیفہ بن خیاطؒ اور مسلم بن الحجاجؒ وغیرہ نے طبقہ کو نہ جماعت کے معنی میں استعمال کیا ہے جیسا کہ ابن حبانؒ نے کیا ہے اور نہ ہی اسے کوئی خاص مقرر اور معلوم مدت قرار دیا ہے جیسا کہ بعض دوسرے لوگوں کا خیال ہے، چنانچہ خلیفہ بن خیاطؒ نے جہاں تمام صحابہ کرامؓ کو ایک طبقہ قرار دیا ہے، وہیں ابن سعدؒ نے ان کو تقدم فی الاسلام کے اعتبار سے مختلف طبقات میں تقسیم کیا ہے، خلیفہ بن خیاطؒ اور ابن سعدؒ کے نزدیک تابعین اور اتباع تابعین میں بھی یہ طبقاتی تقسیم قائم ہے۔ تابعین میں طبقہ اولیٰ میں وہ کبار تابعین شامل ہیں جنہوں نے ''تقدم فی الاسلام اور فضل کے اعتبار سے کبار صحابہؓ'' سے روایت کی ہو، اور وہ تابعین جنہوں نے صغار صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہو اور کبار صحابہؓ سے ان کی ملاقات نہ ہوئی ہو، وہ تیسرے یا چوتھے طبقہ میں شامل ہیں، اسی طرح اتباع تابعین میں جنہوں نے سعید بن المسیبؒ جیسے کبار تابعین سے روایت کی ہو، وہ اتباع تابعین کے طبقہ اولیٰ میں شامل ہیں۔

علامہ ذہبیؒ نے بھی متقدمین مؤلفین کی متابعت کرتے ہوئے "سیر اعلام النبلاء" طبقات کی ترتیب سے تالیف کی ہے، انہوں نے کتاب کو چالیس طبقوں میں تقسیم کیا ہے اور ابن طوغان کے مخطوطہ کی آخری جلد کے اختتام میں پینتیسواں طبقہ مذکور ہے تو بقیہ جلدوں پر قیاس کرتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ چودھویں جلد (جو کہ مفقود ہے) پانچ طبقات پر مشتمل ہوگی۔ "سیر" کے علاوہ انہوں نے کئی اور کتب مثلاً "تذکرۃ الحفاظ"، "معرفۃ القراء الکبار علی الطبقات والأعصار"، "المعین في طبقات المحدثین"، "المجرد في أسماء رجال کتاب سنن ابن ماجه" اور "طبقات الشیوخ" میں بھی طبقات کی ترتیب کی رعایت کی ہے۔ مگر ان میں سے کسی بھی کتاب میں انہوں نے طبقات کی تعداد میں کسی ایک تقسیم کی پابندی نہیں کی ہے، چنانچہ انہوں نے "تذکرۃ الحفاظ" کو اکیس، "معرفۃ القراء" کو سترہ اور "سیر" کو تقریباً چالیس طبقات میں منقسم کیا ہے۔ حالانکہ تینوں کتابوں میں عہد صحابہؓ سے لیکر عہد مصنفؒ تک کے مترجمین کا تذکرہ کیا گیا ہے، اسی طرح کسی بھی کتاب میں انہوں نے طبقات میں مترجمین کی تعداد میں تناسق اور یکسانیت کا لحاظ نہیں کیا بلکہ تقریباً ہر طبقہ میں مذکور مترجمین کی تعداد دوسرے طبقہ میں مذکور مترجمین کی تعداد سے یکسر مختلف ہے، مثلاً "تذکرۃ الحفاظ" میں مذکور اکیس طبقوں میں جن مترجمین کا تذکرہ کیا گیا ہے، ان کی تعداد ترتیب وار یہ ہے۔ ۲۳، ۲۴، ۳۰، ۵۸، ۷۸، ۸۱، ۱۰۶، ۱۳۰، ۱۰۶، ۱۱۷، ۷۷، ۷۹، ۷۴، ۴۷، ۳۱، ۴۶، ۱۸، ۲۵، ۲۶، ۱۲، ۱۰، ۸۔ یہی حال "سیر" کا بھی ہے، کسی طبقہ میں آٹھ (۸)، کسی میں سو (۱۰۰) اور کسی میں سترہ (۱۷) مترجمین کا تذکرہ ہے، مثلاً تیرہویں طبقہ میں مذکور مترجمین کی تعداد تہتر (۷۳)، تیسویں طبقہ میں ستتر (۷۷) اور اکتیسویں طبقہ میں ایک سو تیس (۱۳۰) ہے۔ علاوہ ازیں انہوں نے طبقات کی ترتیب پر لکھی گئی کسی بھی کتاب میں طبقہ کے لئے کوئی مخصوص مدت مقرر نہیں کی، بلکہ کسی طبقہ کی مدت پینتالیس (۴۵) سال ہے، کسی کی چوبیس (۲۴) سال اور کسی کی کچھ اور...... انہوں نے کسی بھی طبقہ کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لئے کسی مخصوص اور متعین وحدت زمانی کا التزام نہیں کیا ہے بلکہ تقریباً ہر طبقہ کی مدت دوسرے طبقہ کی مدت سے یکسر مختلف ہے مثلاً "تذکرۃ الحفاظ" میں طبقہ اولیٰ میں جن مترجمین کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ ۱۳ھ تا ۹۳ھ کے عرصہ میں فوت ہوئے ہیں، اس طرح طبقہ اولیٰ کی مدت اسی (۸۰) ہوئی۔

"تذکرۃ" میں تابعین کو انہوں نے تین طبقوں میں منقسم کیا ہے، پہلے طبقہ میں ان تابعین کا تذکرہ ہے جو ۶۲ھ تا ۱۰۷ھ کے عرصہ میں فوت ہوئے، اس طرح اس طبقہ کی مدت پینتالیس (۴۵) سال ہوئی، دوسرے طبقہ میں ۹۳ھ تا ۱۱۷ھ کے عرصہ میں وفات پانے والے تابعین کا تذکرہ کیا گیا اس طرح اس طبقہ کی مدت چوبیس (۲۴) سال ہوئی جبکہ تیسرے طبقہ میں ۱۱۳ھ تا ۱۵۱ھ کے عرصہ میں وفات پانے والے تابعین کا تذکرہ کیا گیا ہے، اس طرح اس طبقہ کی مدت اڑتیس (۳۸) سال ہوئی۔ اس کے بعد پانچویں طبقہ میں جن مترجمین کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ ۱۴۴ھ تا ۱۸۰ھ کے عرصہ میں فوت ہوئے اس طرح اس طبقہ کی مدت چھتیس (۳۶) سال ہوئی........ بیسویں طبقہ کی مدت اکتالیس (۴۱) سال ہے، اکیسویں طبقہ کی مدت ستر (۷۰) سال ہے۔ الغرض "تذکرۃ" کے ہر طبقہ کی مدت دوسرے طبقہ کی مدت سے یکسر مختلف ہے اور یہی حال "سیر" میں مذکور طبقات کا بھی ہے، چنانچہ تیسویں طبقہ کی مدت انیس (۱۹) سال ہے جو ۵۶۸ھ سے شروع ہو کر ۵۸۷ھ پر ختم ہوتا ہے، اکتیسویں طبقہ کی مدت چھبیس (۲۶) سال ہے جو ۵۷۵ھ سے شروع ہو کر ۶۰۱ھ پر ختم ہوتا ہے۔ پینتیسویں طبقہ کی مدت صرف نو (۹) سال ہے جو ۶۵۱ھ سے شروع ہوتا ہے اور ۶۶۰ھ پر ختم ہوتا ہے۔

اسی طرح "المعين في طبقات المحدثين" میں انہوں نے مختلف انداز اختیار کیا، اس میں انہوں نے طبقات کو مشہور محدثین کے نام کے ساتھ موسوم کیا ہے مثلاً "طبقة الزهري وقتادة"، "طبقة الأعمش وأبي حنيفة"، "طبقة ابن المديني وأحمد" وغیرہ، مگر تیسری صدی کی ابتدا میں انہوں نے اپنا یہ انداز بدل دیا اور طبقہ میں سالوں کا اعتبار کرنے لگے مثلاً "الطبقه الذين بقوابعد الثلاث مئة وإلى حدود العشرين والثلاث مئة"، طبقة من الثلاثين وإلي مابعد الخمسين وخمس مئة" وغیرہ۔ "المعين في طبقات المحدثين" کے مطالعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس کتاب میں طبقہ بیس سال، پچیس سال اور تیس سال کی مدت میں استعمال ہوا ہے، جبکہ "المجرد في أسماء رجال كتاب سنن الإمام أبي عبد الله بن ماجة" کو انہوں نے آٹھ (۸) طبقات میں منقسم کیا ہے، طبقہ صحابہؓ کے علاوہ ہر طبقہ، کسی مشہور شخصیت کے نام کے ساتھ موسوم ہے مثلاً "طبقة زمن الأعمش وابن عون" "طبقة الزهري وأيوب"، "طبقة ابن المسيب ومسروق" وغیرہ، مگر ان طبقات میں بھی انہوں نے زمانی تناسق اور یکسانیت کا لحاظ نہیں کیا۔ البتہ "تاريخ الإسلام" میں جو ستر طبقات پر مشتمل ہے انہوں نے خلاف عادت طبقہ کو ایک مخصوص مدت یعنی دس سال سے عبارت قرار دیا ہے حالانکہ اس سے پہلے کسی نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بھی طبقہ کو وحدت زمانی سے عبارت قرار نہیں دیا ہے۔

تراجم وتذکروں میں کتاب کا اسلوب

☆علامہ ذہبیؒ کی عادت ہے کہ وہ "سیر" میں اقرباء خصوصاً بھائیوں، بیٹوں اور آباء کے تراجم ایک ہی جگہ اکٹھے ذکر کردیتے ہیں خواہ ان کا تعلق اسی طبقہ سے ہو یا کسی اور طبقہ سے ہو، مثلاً انہوں نے جب حضرت عاقل بن بکیرؓ جو غزوۂ بدر میں شہید ہوئے کا ترجمہ ذکر کیا تو اس کے ساتھ ہی انہوں نے ان کے تین بھائیوں حضرت خالد بن بکیرؓ (مستشہد ۴ھ)، حضرت ایاس بن بکیرؓ (المتوفی ۳۴ھ) اور حضرت عامر بن بکیرؓ (المستشهد يوم اليمامه) کے تراجم بھی ذکر کیے۔

(۲) حضرت ابو جندل بن سہیلؓ کے ترجمہ کے ساتھ انہوں نے ان کے بھائی عبداللہ بن سہیلؓ اور والد حضرت سہیل بن عمروؓ کے تراجم بھی ذکر کیے۔

(۳) تیسویں طبقہ میں ابو العلاء ھمذانیؒ (المتوفی ۵۶۹ھ) کے ترجمہ کے متصل بعد ان کے بیٹے محمد بن الحسنؒ (المتوفی ۵۰۶ھ) کا ترجمہ ذکر کیا، حالانکہ محمد بن الحسنؒ اکتیسویں طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

(۴) کمال الدین ابن شہر زوری (المتوفی ۵۷۲ھ) کے ترجمہ کے فوراً بعد ان کے والد المرتضیٰؒ (المتوفی ۵۱۱ھ) کا ترجمہ ذکر کیا، حالانکہ ان کا تعلق پہلے والے طبقہ سے ہے۔

☆جیسا کہ ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں کہ علامہ ذہبیؒ نے "سیر" اپنی شاہکار اور عظیم کتاب "تاریخ الإسلام" کی تالیف کے بعد لکھی ہے۔ "تاریخ الإسلام" تقریباً چالیس ہزار تراجم پر مشتمل ہے، البتہ "تاریخ الإسلام" میں مشاہیر واعلام کے تراجم ذکر کیے گئے ہیں، گمنام اور غیر مشہور شخصیات کا تذکرہ اس میں نہیں ہے جبکہ "سیر" میں انہوں نے "اعلام نبلاء" کے تراجم ذکر کیے ہیں اور مشاہیر کے تراجم سے تعرض نہیں کیا، البتہ کبھی کبھار تراجم کے اختتام پر بعض مشاہیر کا مختصر تعارف اور تاریخ وفات ذکر کردیتے ہیں نیز اگر کہیں اعلام میں سے کوئی مشاہیر میں سے کسی کا ہم نام ہو، تو وہاں امتیاز اور تفریق کی غرض سے اس مشہور کا ترجمہ بھی آخر میں ذکر کردیتے ہیں۔

☆حافظ ذہبیؒ نے "سیر" میں کسی مخصوص طبقہ کے اعلام پر اقتصار نہیں کیا بلکہ ان کی "سیر" خلفاء، ملوک، امراء، سلاطین، وزراء، نقباء، قضاۃ، قراء، محدثین، فقہاء، ادباء، لغویین، نحاۃ، شعراء، ارباب ملل ونحل، متکلمین، فلاسفہ......غرض ہر طبقہ کے اعلام پر مشتمل ہے، البتہ انہیں چونکہ علم حدیث سے بہت زیادہ شغف اور لگاؤ تھا، اس لئے انہوں نے دیگر طبقات کے اعلام کے مقابلے میں محدثین کا تذکرہ ترجیحی بنیادوں پر کیا ہے۔ حافظ ذہبیؒ نے جہاں ہر قسم کے طبقہ کے اعلام کا تذکرہ کیا ہے، وہیں انہوں نے یہ کوشش بھی کی ہے کہ "سیر" میں پورے عالم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسلام کے اعلام کے تراجم ذکر کریں اور وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب رہے ہیں۔ حافظ ذہبیؒ نے "سیر" میں چونکہ ہر طبقہ اور پورے عالم اسلام کے اعلام کے تراجم ذکر کئے ہیں اس لئے اس کتاب میں قاری وہ تراجم بھی پائے گا جو اسے ابن جوزیؒ کی "المنتظم"، ابن اثیرؒ کی 'الکامل"، ابن کثیرؒ کی "البداية" اور بدرالدین عینیؒ کی "عقد الجمان" میں نہیں ملیں گے۔

☆ ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ حافظ ذہبیؒ نے "سیر" میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر اپنے زمانہ تک (جو سات صدیوں پر محیط ہے) کے تمام اعلام کا تذکرہ کیا ہے۔ اس میں انہوں نے کوشش کی ہے کہ ہر سال کے اعلام کی تعداد میں توازن اور تناسق قائم رہے اور اس کوشش میں وہ ایک حد تک کامیاب بھی رہے ہیں، البتہ چند سال ایسے ہیں جن میں وہ اعلام کی تعداد میں توازن برقرار نہیں رکھ سکے، ان سالوں میں انہوں نے دیگر سالوں کی بنسبت زیادہ تعداد میں اعلام کا تذکرہ کیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان سالوں میں وباؤں، جنگوں اور دیگر عوامل کی وجہ سے اعلام کی ایک بڑی تعداد جاں بحق ہوئی۔

علامہ ذہبی کی تاریخ اسلام اور سیر اعلام کے تراجم میں وجوہِ فرق

☆ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حافظ ذہبیؒ نے اعلام کے تمام تراجم اپنی کتاب 'تاریخ الإسلام" سے لئے ہیں، مگر یہ بات علی الاطلاق درست نہیں، اس حد تک تو ٹھیک ہے کہ "سیر" میں موجود تقریباً تمام اعلام کے تراجم "تاریخ الإسلام" میں موجود ہیں مگر دونوں کتابوں میں کئی بنیادی فرق بھی ہیں۔

(۱) "سیر" میں صدر اول کے تراجم "تاریخ الإسلام" میں موجود تراجم سے یکسر مختلف انداز میں ہیں۔ "سیر" میں صدر اول کے تراجم انتہائی مفصل ہیں جو کئی کئی صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں، نیز ان کی ترتیب و تنظیم "تاریخ الإسلام" میں موجود تراجم کے مقابلہ میں نہایت عمدہ ہے۔

(۲) حافظ ذہبیؒ نے "تاریخ الإسلام" میں مذکور ممتاز اور نامور شخصیات کی سوانح پر مشتمل ایک بڑا مجموعہ تالیف کیا بعد ازاں انہوں نے ہر ایک شخصیت کے بارے میں علیحدہ علیحدہ تالیفات لکھیں اور جب انہوں نے "سیر" کی تالیف شروع کی تو ان شخصیات کی سوانح سے متعلق لکھی گئی تالیفات کا اکثر حصہ "سیر" میں ذکر کر دیا، ان کے شاگرد صلاح الدین صفدیؒ فرماتے ہیں:" وله في تراجم الأعيان لكل واحد مصنَّف قائم الذات.......ولكنه أدخل الكل في تاريخ النبلاء"(الوافي: ١٦٣/٢)۔

(۳) حافظ ذہبیؒ نے "سیر" کے وسط اور آخر میں اعلام کے تراجم میں وہ بہت سے اضافے ذکر نہیں کئے ہیں جو "تاریخ الإسلام" میں مذکور ہیں البتہ "سیر" میں انہوں نے استدراکات، تصحیحات، تصویبات اور

© rasailojaraid.com

انتقادات کا بہت زیادہ اہتمام کیا ہے۔

(۴) "سیر" کے تراجم میں ایسے نئے اضافے ہیں جو "تاریخ الإسلام" میں نہیں ہیں مثلاً "سیر" میں حافظ ذہبیؒ اس بات کا خاص اہتمام کرتے ہیں کہ حدیث کی مشہور کتابوں مثلاً صحیحین، سنن اربعہ، مسند بقی بن مخلد وغیرہ میں 'مترجم' کی کتنی احادیث مذکور ہیں مثلاً ابوعبیدہ ابن الجراحؓ کے ترجمہ میں وہ کہتے ہیں: "لــه فـي صحيح مسلم حديث واحد ، وله في جامع أبي عيسى حديث ،وفي مسند بقي له خمسة عشر حديثاً" یہ اضافہ کتنی بڑی دولت ہے اس کی قدر علم حدیث سے وابستہ خوش قسمت حضرات کو ہی معلوم ہے مگر "تاریخ الإسلام" اس قیمتی اضافہ سے یکسر خالی ہے۔

☆ حافظ ذہبیؒ اعلام کے تراجم ذکر کرنے میں کبھی تو انتہائی اختصار سے کام لیتے ہوئے چند سطریں ذکر کرتے ہیں اور کبھی صفحات کے صفحات بھر لیتے ہیں، اس سلسلہ میں وہ اہل علم کے درمیان مترجم کی قیمت اور شہرت کو پیش نظر رکھتے ہیں اگر مترجَم اہل علم کے درمیان بڑی حیثیت، مرتبہ اور شہرت والا ہے تو اس کے ترجمہ میں انتہائی طوالت سے کام لیتے ہیں، ورنہ تو مختصر ترجمہ ذکر کرتے ہیں اور بسا اوقات تو بعض اعلام کے تراجم سرے سے ذکر ہی نہیں کرتے، بلکہ ان کے لئے ان مصادر کا حوالہ دیتے ہیں جن میں ان کے تفصیلی احوال مذکور ہیں۔ ترجمہ ذکر کرتے وقت سب سے پہلے مترجَم کا نام، نسب، لقب، کنیت، نسبت، تاریخ پیدائش، حالات زندگی، علمی، ادبی اور معاشرتی کارنامے، اس کے شیوخ وتلامذہ ذکر کرتے ہیں۔ اس کے بعد صاحب ترجمہ پر انتہائی نپے تلے انداز میں نقد کرتے ہیں۔ اس کے بعد آخر میں نہایت دقتِ نظری سے باوثوق مصادر سے صاحب ترجمہ کی تاریخ وفات ذکر کرتے ہیں۔

حافظ ذہبیؒ کی عادت ہے کہ اگر انہیں کسی مترجم کی تاریخ پیدائش نہیں ملتی تو وہ اسکی عمر ذکر کر دیتے ہیں۔ ترجمہ پیش کرتے وقت ان کا اسلوب، طراوت اور تازگی سے بھرپور اور انتہائی ادبی ہوتا ہے، البتہ کلام کی تزیین وآرائش کے لئے وہ صنعت بیانیہ وبلاغیہ کے اسلوب سے اجتناب کرتے ہیں کیونکہ اس طرح کا اسلوب استعمال کرتے ہوئے صاحب ترجمہ پر واضح اور مصنفانہ انداز سے جرح وتعدیل ممکن نہیں ہے، اس لئے کہ اس نوع کے اسلوب سے کسی کی صحیح حقیقت واضح نہیں ہوسکتی، اس کے برعکس ان کے معاصرین اور تلامذہ مثلاً ابن سید الناس یعمریؒ، تاج الدین سبکیؒ، صلاح الدین الصفدیؒ وغیرہ نے اپنی کتب میں تراجم ذکر کرتے وقت صنعت بیانیہ کا اسلوب خوب استعمال کیا ہے۔

☆ حافظ ذہبیؒ نقد کا بہت زیادہ اہتمام کرتے ہیں، انہوں نے نہ صرف " سیر " بلکہ تاریخ اور رجال سے متعلق اپنی جملہ کتب میں نقد کا نہایت اہتمام کیا ہے۔ کتاب کی تالیف میں نقد ان کے منہج کا اساسی اور بنیادی جزء ہوتا ہے، انہوں نے کتاب میں مترجمین، احادیث اور تاریخی روایات پر زبردست اور نپے تلے انداز میں نقد کیا ہے،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پھر عام طور پر محدثین کی عادت ہے کہ وہ صرف ان رجال پر نقد اور کلام کرتے ہیں جو حدیث کی روایت کرنے والے ہوں مگر حافظ ذہبیؒ نے صرف راویانِ حدیث پر نقد نہیں کیا بلکہ ہر قسم کے رجال پر کلام کیا ہے، اس سلسلے میں ان کا منہج یہ ہے کہ وہ صاحب ترجمہ کا نام، نسب، لقب، کنیت، نسبت، تاریخ پیدائش، حالات زندگی، علمی، ادبی اور معاشرتی کارنامے، اس کے شیوخ وتلامذہ ذکر کرنے کے بعد اس کے متعلق معتبر اور باوثوق مصادر سے ائمہ جرح وتعدیل کی آراء ذکر کرتے ہیں۔ کبھی تو انہی آراء پر اکتفاء کرتے ہیں، کبھی ان پر ردّ کرتے ہیں اور کبھی ان میں سے کسی ایک رائے کو ترجیح دیتے ہیں۔ صاحب ترجمہ پر حکم لگاتے وقت نہایت دقتِ نظری سے کام لیتے ہیں، اس سلسلے میں اس طرح کی فنی عبارات استعمال کرتے ہیں" ثقة "، "صدوق" ، "صويلح"، " دجالٌ"، "متروكٌ"، "كذّابٌ"، "مجهولٌ"، وغیرہ جس کی تفصیل انہوں نے اپنی کتاب "ميزان الاعتدال" کے مقدمہ میں بیان کی ہے۔ حافظ ذہبیؒ جو خود عظیم ناقد ہیں، رجال جرح وتعدیل کے آراء کو حرف آخر نہیں سمجھتے کہ ان کو ردیا ان پر کلام نہ کیا جاسکے، بلکہ کئی مقامات پر انہوں نے ائمہ جرح وتعدیل کی آراء کو رد کیا جن میں احمد بن صالح مصریؒ، احمد بن عبداللہ عجلیؒ، ابراہیم بن یعقوب جوزجانی سعدیؒ، برذعیؒ، نسائیؒ، عقیلیؒ، ابن عدی جرجانیؒ، ابن حبّان بستیؒ، ابوالفتح الأزدیؒ، ابن مندہؒ، خطیب بغدادیؒ، ابن عساکرؒ، ابن الصلاحؒ وغیرہ شامل ہیں۔

☆ مترجمین پر نقد کے سلسلے میں حافظ ذہبیؒ کا عام طور پر اسلوب اور منہج یہ ہے کہ وہ صاحب ترجمہ کے متعلق موافقین اور مخالفین دونوں کی آراء ذکر کرتے ہیں، تاکہ مترجم کی مکمل صورت قارئین کے سامنے آجائے، ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں کہ حافظ ذہبیؒ حنبلی الاصول اور شافعی الفروع تھے۔ اپنے شیخ علامہ ابن تیمیہؒ سے بہت متأثر تھے، یہی وجہ ہے کہ "سیــــر" اور دیگر کتب تاریخ میں وہ نقد کے وقت عقائد کے سلسلے میں محدثین کے طرز پر کلام کرتے ہیں، انہوں نے اپنی معجم کبیر اور محدثین سے متعلق معجم میں اپنے معاصرین سمیت کئی مترجمین پر زبردست نقد کیا، جو ان کے بعض معاصرین کو ناگوار بھی گذرا، یہاں تک کہ ان کے شاگرد تاج الدین عبدالوہاب سبکیؒ نے جو کٹر اشعری تھے ان پر بہت سخت اور کڑی تنقید کی ہے۔

علامہ ذہبی کے اسلوب پر تاج الدین سبکی کی تنقید کا جائزہ

تاج الدین سبکیؒ کو ان سے دو شکایتیں ہیں، ایک تو یہ ہے کہ حافظ ذہبیؒ اشاعرہ کے تراجم میں مذہبی تعصب کی وجہ سے انتہائی اختصار سے کام لیتے ہیں جبکہ حنابلہ کے تراجم میں صفحات کے صفحات لکھ دیتے ہیں، دوسری شکایت یہ ہے کہ حافظ ذہبیؒ نے بعض اشاعرہ پر سخت تنقید کی ہے۔ تاج الدین سبکیؒ نے حافظ ذہبیؒ پر تنقید کرتے وقت ابتہائی سخت زبان استعمال کی ہے۔ ذرا ان کی عبارتیں ملاحظہ فرمائیں: "وكان شيخنا ..... شديد الميل إلي آراء

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الحنابلة، کثیر الازدراء بأهل السنة، الذین إذا حضروا کان أبو الحسن الأشعری فیهم مقدم القافلة، فلذلك لا ینصفهم في التراجم، ولا یصفهم بخیر إلاّ وقد رغم منه أنف الراغم"(طبقات الشافعیة الکبری: ۲/۲۲) ایک اور مقام پر احمد بن صالح المصری کے ترجمہ میں اپنے شیخ حافظ ذہبیؒ پر یوں تنقید کرتے ہیں :"وأمّا تاریخ شیخنا..... مشحون بالتعصب المفرط..... فلقد أکثر الوقیعة في أهل الدین ...... واستطال بلسانه علي أئمة الشافعیین والحنفیین ومال، فأفرط علي الأشاعره، ومدح فزاد في المجسمة"(طبقات :۹/۱۰۳، ۱۰۴) ایک اور جگہ یوں رقم طراز ہیں: "والذین أدرکنا علیه المشایخ النهي عن النظر في کلامه، وعدم اعتبار قوله ولم یکن یستجرئ أن یظهر کتبه التاریخیة إلاّ لمن یغلب علي ظنه أنه لاینقل عنه ما یعاب علیه"(طبقات: ۲/۱۳، ۱٤) ایک اور مقام پر تو انہوں نے حد ہی کردی، کہتے ہیں:" إن الذهبيّ متقصدفي ذلك، وأنه کان یغضب عند ترجمة لواحد من علماء الحنفیة، والمالکیة، والشافعیة غضباشدیداً، ثم یقرطم الکلام، ویمزّقه، ثم هومع ذلك غیر خبیر بمدلولات الألفاظ کما ینبغی، فربما ذکر لفظةً من الذم لو عقل معناها، لما نطق بها"(طبقات: ۲/١٤)............

مگر تاج الدین سبکیؒ کی یہ تنقید حد درجہ مبالغہ آرائی پر مبنی اور بلا جواز ہے۔ حافظ ذہبیؒ آخر ان کے شیخ اور استاذ ہیں، انہیں ان پر تنقید کرتے وقت ادب واحترام کا پہلو ملحوظ رکھنا چاہئے تھا، جہاں تک ان کی دو شکایتوں کا تعلق ہے تو وہ بے جا ہیں، ان کو ایک شکایت تو یہ ہے کہ حافظ ذہبیؒ نے مذہبی تعصب کی بناء پر اشاعرہ خصوصاً ابوالحسن اشعریؒ کے ترجمہ میں انتہائی اختصار سے کام لیا ہے، ان کی یہ شکایت بے جا ہے، تراجم میں تطویل اور تقصیر کی وجہ مذہبی تعصب نہیں ہے بلکہ اس کی ایک وجہ تو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ حافظ ذہبیؒ دیکھتے ہیں اگر کسی مترجم کے بارے مین معتبر مصادر میں تفصیلی تذکرہ موجود ہے تو وہ بغرض اختصار خود ترجمہ ذکر کرنے کے بجائے ان مصادر کا حوالہ دے دیتے ہیں۔ اور یہ طرز واسلوب کسی مخصوص طائفہ کے اعلام کے ساتھ خاص نہیں بلکہ وہ بسا اوقات کبار محدثین بلکہ صحابہؓ وتابعین کے سلسلے میں بھی یہی اسلوب اختیار کرتے ہیں مثلاً عکرمہؓ بن ابی جہل کے ترجمہ میں انہوں نے کہا: "استوعب أخباره أبو القاسم بن عساکر"، یزید بن ابی سفیانؓ کے ترجمہ میں انہوں نے کہا:"له ترجمة طویلة في تاریخ الحافظ أبي القاسم" اور بلال بن رباح کے ترجمہ میں انہوں نے کہ لکھا: "ومناقبه جمة استوفاها الحافظ ابن عساکر"..........

ابوالحسن اشعریؒ کے بارے میں بھی تاج الدین سبکیؒ کا شکوہ بے جا ہے، حافظ ذہبیؒ نے ابوالحسن اشعریؒ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے ترجمہ میں ان کی زبردست تعریف کی، ان کی تصانیف کا تذکرہ کیا اور ان کی مذمت میں ایک لفظ بھی نہیں کہا حالانکہ وہ ان کی مذمت کر سکتے تھے کیونکہ ابوالحسن اشعریؒ نے اپنی زندگی کا اکثر حصہ اعتزال میں گذارا، ان کی اور ان کی تصانیف کی تعریف کرتے ہوئے حافظ ذہبیؒ نے کہا: "من نظر في هذه الكتب عرف محله من أراد أن يتبحّر في معرفة الأشعري فليطالع كتاب تبيين كذب المفتري........"

پھر ان کا یہ شکوہ بھی درست نہیں ہے کہ حافظ ذہبیؒ نے بعض اشاعرہ کے تراجم میں اختصار سے کام لیا ہے کیونکہ بعض اشاعرہ کے تراجم میں اختصار اس وجہ سے آ گیا کہ حافظ ذہبیؒ نے ان کے متعلق مخالفین کی آراء نقل نہیں کیں، اگر ان بعض اشاعرہ کے متعلق وہ مخالفین کی آراء نقل کرتے تو ان کے تراجم بھی طویل ہو جاتے مگر انہوں نے اشاعرہ کی رعایت کرتے ہوئے اور عافیت کا راستہ اختیار کرتے ہوئے مخالفین کی آراء ذکر نہیں کیں۔ نیز ان کا یہ کہنا بھی درست نہیں کہ حافظ ذہبیؒ نے احناف وغیرہ کے تراجم میں انصاف سے کام نہیں لیا اور ان کا ذکر خیر نہیں کیا، حافظ ذہبیؒ نے علماء احناف کے تراجم میں ان کی زبردست تعریفیں کی ہیں، اگر کسی نے ان کی ناحق بدگوئی کی ہے تو اسے ذکر نہیں کیا۔ مثلاً حسن بن زیاد اللؤلؤی حنفیؒ کے ترجمہ میں انہوں نے کہا: "قد ساق في ترجمة هذا أبو بكر الخطيب أشياء لا ينبغي لي ذكرها" ابن الحریری دمشقی حنفیؒ کے ترجمہ میں انہوں نے کہا: "قاضي القضاة علّامة المذهب ذو العلم والعمل" شمس الدین الأذرعی کے ترجمہ میں انہوں نے کہا: "لم يخلف بعده مثله" امام طحاویؒ کے ترجمہ میں انہوں نے ان کے فضل و علم اور کثرت معلومات کی زبردست تعریف کی، صاحب ھدایہؒ کے ترجمہ میں انہوں نے کہا: "كان من أوعية العلم" اور عماد الدین جابری حنفیؒ کے ترجمہ میں انہوں نے کہا: "شيخ الحنيفة نعمان الزمان" اور یہی منہج ان کا دیگر علماء احناف، شوافع اور مالکیہ کے تراجم میں ہے۔ الغرض مذہبی تعصب کی بناء پر حافظ ذہبیؒ نے کسی پر جرح نہیں کی اگر ان میں مذہبی تعصب ہوتا تو وہ بعض اوقات حنابلہ پر جرح نہ کرتے مثلاً عبدالساتر ابن تقی الدین حنبلی کے ترجمہ میں انہوں نے کہا: "ومهر في المذهب..... وقلّ من سمع منه لأنه كان فيه زعارة، وكان فيه غلوّ في السنة، ومنابذة للمتكلمين، ومبالغة في اتباع النصوص... وهوفكان حنبليا خشنا متحرّ قا على الأشعريّ... كثير الدعاوى، قليل العلم" اگر ان میں مذہبی تعصب ہوتا تو وہ اپنے شیخ علامہ ابن تیمیہؒ پر جن سے وہ بہت زیادہ متاثر تھے اور اپنے بیٹے پر نقد نہ کرتے، علامہ ابن تیمیہؒ کے تفردات پر نقد کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں "وقد انفرد بفتاوى نيل من عِرضه لأجلها، وهي مغمورة في بحر علمه، فالله تعالىٰ يسامحه، ويرضى عنه۔ فما رأيت مثله، وكل أحد من الأمة، فيؤخذ من قوله ويترك فكان ماذا؟(تذكرة الحفاظ: ١٤٩٧/٤) اپنے بیٹے ابوھریرہ عبدالرحمن پر نقد کرتے ہوئے کہتے ہیں: "إنه حفظ القران، ثم تشاغل عنه حتى نسيه" (الإعلان للسخاوي: ص ٤٨٨) اپنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شیخ علامہ ابن تیمیہؒ، اپنے بیٹے اور حنابلہ پر ان کے ان انتقادات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ حافظ ذہبیؒ حق پرست ناقد ہیں، کسی کی کوئی بات یا نظریہ اگر ان کے نزدیک خلاف شرع ہوتو اس کو بالکل رد کردیتے ہیں، اگرچہ صاحب ترجمہ حنبلی ہو، ان کا شیخ ہو یا کوئی اور، اس سے تاج الدین سبکیؒ کی دوسری شکایت کا ازالہ بھی ہوگیا۔

دراصل تاج الدین سبکی کٹر قسم کے اشعری تھے اور اسی تعصب کی بناء پر وہ ابوالحسن اشعریؒ کے ترجمہ میں اختصار اور اشاعرہ پر علمی وتحقیقی تنقید برداشت نہ کرسکے اور اپنے شیخ پر انہوں نے انتقادات کی بھرمار کردی، انصاف کا تقاضہ تو یہ تھا کہ وہ اس علمی وتحقیقی تنقید کا جواب علمی وتحقیقی انداز ہی میں دیتے، مگر ضبط کا دامن ان سے چھوٹ گیا۔ حافظ ذہبیؒ پر ان کی اس سخت تنقید سے اہل علم ان سے کافی ناراض ہیں، علامہ سخاویؒ نے انہیں سخت متعصب اشعری کہا ہے، انہوں نے ان کے بارے میں عزالدین کنانی کا یہ قول نقل کیا ہے: "هو رجل قليل الأدب، عديم الإنصاف، جاهل بأهل السنة ورتبهم" (الإعلان للسخاويؒ: ص٤٦٩، ٤٧٠) یوسف بن عبدالهادیؒ نے ان کے بارے میں کہا: "وكلامه هذا في حق الذهبيّ غير مقبول....والإنكار عليه أشد من الإنكار على الذهبيّ لاسيما، وهو شيخه واستاذه فما كان ينبغي له أن يفرط فيه هذا الإفراط" (معجم الشافعية: ص٤٧، ٤٨)

☆ حافظ ذہبیؒ کی عادت ہے کہ وہ "سیر" اور اپنی دیگر کتب تاریخ میں احادیث لاکر ان پر سنداً ومتناً مفصل کلام کرتے ہیں۔ حدیث کے متن میں کوئی ضعف ہو، اسناد میں کوئی علت ہو یا راوی میں کوئی طعن ہو، اسے کھول کر بیان کرتے ہیں، ان کے شاگرد صلاح الدین صفدیؒ فرماتے ہیں: "وأعجبني منه يعانيه في تصانيفه من أنه لايتعدى حديثايورده، حتي يبين ما فيه من ضعف متن، أو ظلام إسناد، أو طعن في رواته، وهذا لم أر غيره يراعي هذه الفائدة فيما يورده" (الوافي: ١٦٣/٢) حافظ ذہبیؒ سند پر نقد کرتے ہوئے اس کے ضعف یا قوت کو بیان کرتے ہیں اور حکم لگاتے وقت فنی تعبیرات استعمال کرتے ہیں، مثلاً کہتے ہیں "إسناده صالح"، "إسناده جيد"، "رواته ثقات"، "له علّة غير مؤثرة"، "إسناده ليس بقويّ"، "في إسناد ه لين"، "فيه انقطاع"، "إسناده ضعيف"، "إسناده واهٍ"، "إسناده مظلم" وغیرہ، کبھی سند کا ضعف کسی ایک راوی کو متعین کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں، مثلاً ایک اسناد جس میں داؤد بن عطاء ہے، کے بارے میں کہتے ہیں: "وداود ضعيف" (سير: ج٢ ترجمه ١١)، ایک اور سند جس میں صہیب ہے، کے بارے میں کہتے ہیں: "وصهيب لاأعرفه" (سير: ج٢، ترجمه ١١) اسی طرح ایک اور سند کے بارے میں کہتے ہیں: "الحسن مدلّس لم يسمع من المغيرة" (سير ج١، ترجمه ٤) سند پر نقد کے بعد اس حدیث پر نہایت دقت نظری سے حکم لگا کر اس کا مرتبہ متعین کرتے ہیں مثلاً کہتے ہیں: "صحيح"، "متفق عليه"، "هوفي الصحيحين"، "صحيح غريب"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حسنٌ"، "غریبٌ"، "غریب جدًا"، "منکرٌ"، "موضوعٌ" وغیرہ۔

حافظ ذہبیؒ کی کوشش ہوتی ہے کہ حدیث کی تضعیف میں سند کا ضعف بیان کرنے پر اکتفاء نہ کریں بلکہ حدیث کی تضعیف میں تایید کے طور پر تاریخی دلائل بھی پیش کریں، "سیــــر" میں اس کی مثالیں بکثرت پائی جاتی ہیں، مثلاً ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ترجمہ میں وہ کہتے ہیں :" أبو الحسن المدائيني ، عن يزيد بن عياض ، عن هشام بن عروة، عن أبيه قال: دخل عيينة بن حصن على رسول الله صلى الله عليه وسلم ،وعنده عائشةؓ، وذلك قبل أن يضرب الحجاب فقال : من هذه الحميراء، يا رسول الله ....الحديث" اس حدیث کی سند پر نقد کرتے ہوئے حافظ ذہبیؒ فرماتے ہیں "هذا حديث مرسل، ويزيد متــروك " اور صرف سند کا ضعف بیان کرنے پر اکتفاء نہیں کرتے، بلکہ حدیث کی تضعیف میں بطور تایید تاریخی دلیل بھی لاتے ہیں اور کہتے ہیں "وما أسلم عيينة إلّا بعد نزول الحجاب" (سیر : ج۲، ترجمہ ۱۹)

بعض لوگ محدثین پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ وہ نقد میں اپنا سارا زور حدیث کی سند پر صرف کرتے ہیں اور حدیث کے متن کی طرف التفات بھی نہیں کرتے، حافظ ذہبیؒ نے "سیــــر" میں ان لوگوں کی یہ بات غلط ثابت کردی۔"سیر" میں وہ حدیث کے متن پر انتہائی متین اور متوازن علمی انداز سے نقد کرتے ہیں۔ وہ روایت کو ثابت شدہ اور باوثوق واقعات پر پیش کر کے پرکھتے ہیں، اس سلسلے میں وہ ان تمام وسائل کو بروئے کار لاتے ہیں جن کا ایک ناقد کے پاس کسی دعویٰ کے اثبات کے لئے موجود ہونا ضروری ہوتا ہے۔ انہوں نے اس طریق نقد سے سینکڑوں روایات کو مردود اور باطل ٹھہرایا، مثلاً ایک خبر جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عباسؓ غزوۂ بدر سے قبل مشرف بہ اسلام ہوئے اور انہوں نے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مدینہ جانے کی درخواست کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے مکہ ہی میں ٹھہرنے کو کہا، چنانچہ وہ ٹھہر گئے، اس خبر پر تبصرہ کرتے ہوئے وہ فرماتے ہیں: "ولو جرى هذا، لما طلب من العباس فداءً يومَ بدر" (سیر : ج۲/ترجمہ ۱۱)

حافظ ذہبیؒ کا ایک اور کمال یہ ہے کہ انہوں نے "سیــــر" میں صرف احادیث پر نقد نہیں کیا، بلکہ تاریخی روایات پر نقد کا بھی بھرپور اہتمام کیا ہے۔

کتاب کا مطبوعہ نسخہ اور اس کی خصوصیات

اس وقت ہمارے پیش نظر اس کتاب کا وہ نسخہ ہے جو ڈاکٹر شعیب ارنووط کی زیر نگرانی ڈاکٹر حسین اسد کی تحقیق کے ساتھ چھپا ہے، البتہ کتاب میں مذکور احادیث وآثار کی تخریج ڈاکٹر شعیب ارنووط نے کی ہے، اس نسخہ کا گیارھواں ایڈیشن ہمارے سامنے ہے جو ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۹۹۶ء میں طبع ہوا۔ یہ کل بائیس جلدوں پر مشتمل ہے۔ پہلی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جلد کے شروع میں ایک سو چونتیس صفحات پر مشتمل ایک وقیع اور گراں قدر مقدمہ ہے جو جامعہ بغداد میں کلیۃ الآداب کے شعبہ تاریخ کے رئیس واستاذ ڈاکٹر بشار عوّاد معروف نے تحریر کیا ہے۔ یہ مقدمہ دو فصلوں پر مشتمل ہے، پہلی فصل میں علامہ ذہبیؒ کے مکمل حالات زندگی، علمی کارناموں، ان کے اساتذہ وتلامذہ اور تالیفات کا تذکرہ کیا گیا ہے جبکہ دوسری فصل میں پوری کتاب اور علامہ ذہبیؒ کے منہج کا مفصل جائزہ لیا گیا ہے، کتاب پر تحقیق وتعلیق کے وقت ڈاکٹر حسین اسد اور ڈاکٹر شعیب ارنووط کے سامنے چار مخطوطے تھے، مگر ان میں سے انہوں نے استنبول کے مکتبہ أحمد الثالث میں محفوظ مخطوطہ کو بنیاد بنا کر تحقیق وتعلیق کا کام کیا ہے، کیونکہ یہ مخطوطہ دیگر مخطوطات کے مقابلے میں کامل بھی ہے اور قابلِ اعتماد بھی، یہ مخطوطہ فرج بن احمد بن طوغان نے علامہ ذہبیؒ کے ہاتھ سے لکھے گئے مخطوطہ سے براہ راست نقل کیا ہے۔ یہ مخطوطہ چودہ جلدوں پر مشتمل ہے جن میں سے چودھویں جلد مفقود ہے پہلی دو جلدیں ابن طوغان نے "تاریخ الإسلام" سے نقل نہیں کیں۔ اس طرح کل گیارہ جلدیں رہ گئیں جنہیں سہولت کی خاطر ڈاکٹر شعیب ارنووط اور ڈاکٹر حسین اسد نے بائیس اجزاء میں تقسیم کیا ہے، پہلے جزء کے شروع میں ڈاکٹر بشار عوّاد کے مقدمہ کے بعد ڈاکٹر شعیب ارنووط نے چند صفحات پر مشتمل ایک مختصر مگر جامع مقدمہ لکھا ہے جس میں انہوں نے علامہ ذہبیؒ کے منہج اور طریقہ کار پر روشنی ڈالی ہے۔ نیز کتاب کے چار نسخوں پر مختصر سا کلام بھی کیا ہے۔ ڈاکٹر حسین اسد نے ڈاکٹر شعیب ارنووط کی زیر نگرانی اس کتاب پر جو تحقیقی وتعلیقی کام کیا ہے، وہ درج ذیل ہے:

(۱) مترجَم کے حالات جن کتابوں میں مذکور ہیں، ان کے حوالہ جات دیئے گئے ہیں، خواہ وہ کتابیں علامہ ذہبیؒ سے پہلے لکھی گئی ہوں یا ان کے بعد۔

(۲) مصنفؒ کی نقل کردہ نصوص واخبار کی حتی الامکان اصل مصادر سے مراجعت کر کے تخریج کی گئی ہے، ان میں وہ مصادر بھی شامل ہیں جو غیر مطبوع ہیں۔

(۳) مصنفؒ سے بعض اخبار کے معنی نقل کرنے میں جو سَقط، وہم یا اضطراب ہوا ہے، اس کا بھرپور تدارک کیا گیا ہے اور تعلیقات میں ان کی نشاندہی کی گئی ہے، اور سَقط کی صورت میں اصل عبارت پر اضافہ بھی کیا گیا ہے، البتہ اس اضافے کو امتیاز کے لئے دو بریکٹوں کے درمیان ظاہر کیا گیا ہے۔

(۴) نصوص پر اعراب لگانے کا بھرپور اہتمام کیا گیا ہے، خصوصاً ناموں، کنیتوں، القاب، انساب، مواضع اور بُلدان کے ضبط کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ اس سلسلے میں ابن ماکولاؒ کی "الإکمال" علامہ ذہبیؒ کی "مشتبہ النسبۃ"، ابن ناصر الدین دمشقیؒ کی "توضیح المشتبہ"، حافظ ابن حجر کی "تبصیر المنتبہ"، سمعانی کی "الأنساب"، ابن اثیر کی "اللباب"، یاقوت حمویؒ کی "معجم البلدان" اور حمیریؒ کی "الروض المعطار" سے مدد لی گئی ہے۔ البتہ جن الفاظ کو کئی طرح پڑھا جاسکتا ہے، ان کے ضبط سے اغفال برتا گیا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۵) کتاب میں مذکور مشکل الفاظ کی تشریح کی گئی ہے۔

(۶) اگر کہیں کسی شہر یا جگہ کا تذکرہ آیا تو اس کا مختصر تعارف بھی کیا گیا ہے۔

(۷) بعض مسلمان ارباب مقالات کا تعارف بھی کیا گیا ہے۔

(۸) کتاب میں مصنفؒ نے جہاں اصول حدیث کی اصطلاحات مثلاً وجادہ، بدل ،موافقة وغیرہ استعمال کی ہیں، ان کی تشریح کی گئی ہے۔

(۹) بعض مقامات پر مصنف کا مؤاخذہ اور ان پر نقد بھی کیا گیا ہے۔

(۱۰) ہر جزء میں مذکور تراجم پر ترتیب وار نمبر لگائے گئے ہیں۔

(۱۱) مصنفؒ نے بغرضِ اختصار حسبِ عادت محدثین جو رموز استعمال کئے ہیں، مثلاً "ثنا" یا "نا" جو "حدثنا" کی طرف اشارہ ہے اور "أنا" یا "أبنا" جو "أخبرنا" کی طرف اشارہ ہے، ان کو مکمل الفاظ (یعنی "حدثنا" اور "أخبرنا") کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ البتہ صحاح ستہ کے راویوں کی طرف اشارہ کرنے کے لئے مصنفؒ نے جو رموز استعمال کیے ہیں (مثلاً "ع" صحاح ستہ کے راویوں کے لئے، "٤" سنن اربعہ کے راویوں کے لئے، "خ" صحیح بخاری کے راویوں کے لئے، "خت" صحیح بخاری میں استشہاد کے لئے ذکر کی گئی تعلیقات کے راویوں کے لئے، "بخ" ادب مفرد کے راویوں کیلئے، "م" صحیح مسلم کے راویوں کے لئے، "د" سنن ابی داود کے راویوں کے لئے، "ت" سنن ترمذی کے راویوں کے لئے، "س" سنن نسائی کے راویوں کے لئے اور "ق" سنن ابن ماجہ القزوینی کے راویوں کے لئے) انہیں عنوان ترجمہ کے بائیں جانب اپنے حال پر باقی رکھا گیا ہے۔

(۱۲) ہر جزء میں مذکور مترجَمین کی دو قسم کی فہرستیں تیار کی گئی ہیں، ایک فہرست تو مصنفؒ کی ترتیب پر ذکر کیے گئے مترجَمین کی ہے، جبکہ دوسری فہرست قاری کی سہولت کے لئے حروف تہجی کی ترتیب پر ہے، نیز کتاب کے آخر میں ایک مفصل فہرست ہے جو کتاب میں مذکور آیات، احادیث، اعلام، اماکن اور اشعار پر مشتمل ہے۔

(۱۳) ڈاکٹر شعیب ارنوؤط نے کتاب میں مذکور احادیث و آثار کی تخریج کی ہے، اور اگر کسی مصدر کے ایک سے زائد ایڈیشن ہوں تو قاری کی سہولت کی خاطر وہ سب ذکر کیے ہیں، نیز اصول حدیث کو پیش نظر رکھ کر ہر حدیث کی مکمل جانچ پڑتال کر کے صحت اور ضعف کے اعتبار سے اس کا درجہ اور حکم بھی بیان کیا ہے۔ ☆☆

کامل فقیہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''کامل فقیہ وہ ہے جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ کرے، انھیں اللہ کی نافرمانی کی اجازت نہ دے، انہیں اللہ کے عذاب سے بے خوف نہ کرے، قرآن کو چھوڑ کر کسی اور چیز کی طرف توجہ نہ کرے، ایسی عبادت میں کوئی خیر نہیں ہے جس میں علم نہ ہو اور ایسے علم میں کوئی خیر نہیں جس میں فہم نہ ہو اور ایسی قرأت میں کوئی خیر نہیں جس میں تدبر نہ ہو۔'' (دارمی)

© rasailojaraid.com